تشبہ بالکفار

تحقیق و تفصیل اور حدود و قیود

تالیف

مفتی عبید الرحمان صاحب، مردان

رئیس دارالافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دارالتقویٰ، مردان

وٹس ایپ ۰۰۹۲۳۰۰۹۳۲۶۱۰۱

فہرست مضامین

تشبہ بالکفار، اس کی تحقیق وتفصیل اور حدود وقیود ۴

تشبّہ کا مفہوم ۴

احادیث میں تشبّہ کی ممانعت ۴

پہلی حدیث: ۵

دوسری حدیث:.. ۵

تیسری حدیث: ٦

حکم شرعی ٦

تشبہ کی بنیاد (رکن) ٦

فاعل کے اعتبار سے شرائط وتفصیلات ۷

تشبّہ کا قصد ضروری ہے یا نہیں ۹

جمع وتطبیق ۱۲

مخالف قوم (متشبّہ بہ) کے اعتبار سے تفصیلات ۱۵

کن کن کے ساتھ تشبّہ ممنوع ہے ۱٦

مشابہت والے کام (متشبّہ فیہ) کے اعتبار سے شرائط وتفصیلات ۱۷

غیر اختیاری وغیر ارادی امور میں مشابہت کا حکم ۱۸

شرعی اوامر واحکام میں تشبّہ ۱۸
دنیاوی امور میں تشبہ کا حکم ۲۰
مذموم کام میں مشابہت اختیار کرنے کی شرط ۲۱
فقہاءِ کرام کی عبارت سے ایک اشکال اور اس کا جواب ۲۳
تشبّہ کا شرعی حکم اور اس کی تفصیل ۲۵

تشبہ بالکفار، اس کی تحقیق وتفصیل اور حدود وقیود

تشبّہ کا مفہوم

تشبہ کا اصل مادہ "ش ب ہ" ہے، یہ مادہ مماثلت کے لئے استعمال ہوتا ہے جب دو چیزیں صفات، مقاصد یا ظاہری شکل وصورت میں ایک جیسی بن جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ چیز اس دوسری چیز کی مشابہ ہے، باب تفعّل میں چونکہ تکلّف کی خاصیت پائی جاتی ہے اس لئے تشبّہ کا معنی ہے ایک شخص کا تصنع کے ساتھ دوسرے جیسا بننا، بناوٹ اور تکلف کرکے اپنی وضع قطع، شکل وصورت، لباس وگفتار یا خیالات ونظریات کو کسی دوسرے شخص کی طرح کرنا۔

احادیث میں تشبّہ کی ممانعت

قرآن وسنت اور اقوالِ سلف میں دس بیس ہی نہیں ، بلکہ بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ مسلمانوں کو اس بات کی تنبیہ وتاکید کی گئی کہ وہ کفار کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کریں، کہیں براہِ راست اس (تشبہ بالکفار) سے منع فرمایا گیا اور کہیں بالواسطہ، یہاں سب دلائل ونصوص کو ذکر کرنا مقصود نہیں، جامعہ اردنیہ کے فاضل شیخ علی ابن ابراہیم نے" مخالفة الكفار فی السنة النبوية"کے نام سے ایک مقالہ لکھا ہے جس میں اس موضوع کے تقریباً ۲۰۰ کے لگ بھگ آثار وروایات جمع کئے ہے ، تحقیقی ذوق رکھنے والے حضرات اس کی طرف مراجعت فرمائیں، یہاں بس نمونہ کے طور پر چند ایک نصوص ذکر کردی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث:

عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:من تشبّه بقوم فهو منهم.[١]

ترجمہ:"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل ہے کہ:جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے"۔

یہ حدیث تشبہ بالکفار کی ممانعت میں بالکل صریح ہے اوراس کے مطابق جو شخص کافر قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے شمار ہو گا، بلکہ کافروں کے ساتھ تشبّہ تو بڑی بات ہے متعدد نصوص میں تو کفار کی طرف قلبی جھکاؤ کو بھی منع فرمایا گیااس لئے تشبہ سمیت کوئی بھی ایسا اقدام کرنا شرعاًناجائز ہے۔

دوسری حدیث:

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين وفّروا اللحى، وأحفوا الشوارب.[٢]

ترجمہ:"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل ہے کہ:مشرکین کی مخالفت کرو،داڑیاں بڑھاؤ اور مونچیں کترواؤ"۔

اس حدیث میں مشرکین کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا اور مشرکین کوئی قید احترازی نہیں ہے، بلکہ اتفاق سے نزولِ قرآن کے وقت مکہ مکرمہ میں انہی لوگوں کی کثرت تھی اس لئے اکثر نصوص میں یہی لفظ وارد ہے ورنہ توان نصوص میں تمام

---

[١] سنن أبي داود، باب في لبس الشهرة، رقم الحديث:٤٠٣١.

[٢] صحيح البخاري، باب تقليم الأظفار، رقم الحديث: ٥٨٩٢.

کفار مراد ہوتے ہیں اور سب کفار کا یہی حکم ہے، چاہے وہ اصطلاحی معنی میں مشرک ہو یا یہودی، عیسائی اور ملحد وغیرہ۔

تیسری حدیث:

عن يعلى بن شداد بن أوس، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خالفوا اليهود فإنهم لا يصلون في نعالهم، ولا خفافهم.[1]

ترجمہ: "آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: یہود کی مخالفت کرو، کیونکہ وہ جوتوں سمیت نماز پڑھتے ہیں نہ موزیں پہن کر"۔

حکمِ شرعی

یوں تو تشبہ کی مختلف اقسام اور مراتب ہیں اور ان کے احکام بھی مختلف ہے جس کی تفصیل آخر میں ذکر کردی جائے گی انشاء اللہ۔ لیکن مجموعی طور پر تشبہ بالکفار کی ممانعت اور اس کی مذمت پر تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے اور یوں تشبہ بالکفار کی ممانعت کا مسئلہ فی الجملہ اتفاقی ہے۔

تشبہ کی بنیاد (رکن)

تشبہ کا رکن کفار کے ساتھ مخصوص امور کو اختیار کرنا ہے، چاہے اس کا تعلق قول وفعل کے ساتھ ہو یا افکار ونظریات وغیرہ کے ساتھ۔

---

[1] سنن أبي داود، باب الصلاة في النعل، رقم الحديث: ٦٥٢.

تشبّہ بالکفار کی کونسی صورت حرام ہے اور کونسی مباح؟ اس کے لئے کچھ شرائط ہیں، بعض شرائط کا تعلق تشبہ کرنے والے کے ساتھ ہے بعض باتیں کفار وغیرہ کے متعلق ہیں جن کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے، جبکہ بعض شرائط خود اس تشبہ کے ساتھ ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ تشبّہ کا فعل جب بھی وجود میں آتا ہے تو مندرجہ ذیل اطراف کے ضمن میں ہی آسکتا ہے:

متشبِّہ: یعنی تشبّہ کا کام کرنے والا، جس کو "فاعل" سے تعبیر کرنا مناسب ہے۔

متشبَّہ بہ: جس فرد / قوم کے ساتھ تشبہ کیا جارہا ہے، اس کو "مخالف قوم" کے ساتھ تعبیر کرنا مناسب ہے۔

متشبہ فیہ: جس عمل / میدان میں تشبہ کیا جارہا ہو، اس کو آئندہ اوراق میں آسانی کے خاطر "مشابہت والے کام" کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔

ذیل میں ترتیب وار ان تینوں امور کے اعتبار سے شرائط وتفصیلات ذکر کی جاتی ہے۔

فاعل کے اعتبار سے شرائط وتفصیلات

تشبّہ بالکفار کی ممانعت کا جو حکم دیا گیا ہے، شریعت کے دیگر تمام احکام کی طرح اس حکم کا تعلق بھی اسی فرد کے ساتھ ہو سکتا ہے جو خود شریعت کی نظر میں مکلف ہو، یعنی عاقل اور بالغ ہو، مجنون اور نابالغ افراد مکلف نہیں ہوتے، اس لئے ان کی طرف تشبہ کی ممانعت کا حکم بھی متوجہ نہیں ہوتا۔

تشبّہ کرنے والے کا خود مختار ہونا اور اپنے اختیار سے تشبہ کرنا بھی شرط ہے، اگر کسی کو تشبّہ کرنے پر مجبور کیا گیا اور اکراہ بھی اکراہِ تام ہو جس میں جان جانے یا کسی

عضو کے تلف ہو جانے کا خدشہ ہو تو ایسی مجبوری کے عالم میں تشبّہ کرنے والا گناہ گار نہیں ہو گا، کیونکہ منعِ تشبّہ کا حکم حقوق اللہ میں سے ہے اور اکراہ تام کے وقت حقوق اللہ میں گنجائش پیدا ہو جاتی ہے کہ چاہے تو رخصت پر عمل کر کے چھوڑ دے اور چاہے تو عزیمت پر عمل کر کے اپنی جان قربان کرے۔

علامہ فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وأما الذي لا يسقط ويحتمل الرخصة فمثل إجراء كلمة الكفر على اللسان والقلب مطمئن بالإيمان فإن هذا ظلم في الأصل لكنه رخص فيه بالنص ..كذلك هذا في سائر حقوق الله عز وجل مثل إفساد الصلاة والصيام وقتل صيد الحرم أو في الإحرام لما قلنا وكذلك في استهلاك أموال الناس يرخص فيه بالإكراه التام.[١]

ترجمہ: "جو چیز کبھی حلال نہیں ہوتی البتہ ضرورت کے وقت اس میں گنجائش پیدا ہوتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ دلی اطمنان کے ہوتے ہوئے صرف زبانی طور پر کلمہ کفر کہنا ،کیونکہ ایسا کرنا بھی اصلا منع ہے تاہم نص کی وجہ سے اس میں رخصت پیدا ہو گئی ہے،اسی طرح دیگر خدا تعالی کے حقوق کا معاملہ بھی ہے، مثلا: نماز یا روزہ توڑنا، حرم ضائع کرنے کی اجازت بھی حاصل ہوتی ہے"۔

[١] أصول البزدوي مع شرحه كشف الأسرار، باب الأمور المعترضة على الأهلية، الإكراه، ج٤ ص ٣٩٩.

تشبّہ کا قصد ضروری ہے یا نہیں

تشبّہ کی جو کچھ مذمت اور اس پر جتنی وعیدیں احادیث میں بیان ہوئی ہیں، کیا اس کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ کوئی کام خاص کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کے قصد سے ہی کیاجائے یا اس ارادے کے بغیر بھی اگر کوئی شخص کفار کی خصوصیت اپنائے گا تو بھی تشبّہ کا گناہ ہو گا؟مشابہت کے کام کرنے والے کا مشابہت کی نیت کرنی لازم ہے یا نہیں؟

بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبّہ کی نیت ضروری ہے اورنیت کے بغیر مشابہت یاتشبّہ کا گناہ نہیں ہو گا، مثلاً درِ مختار میں ہے:

وجوزه الشافعي بلا كراهة وهما بها للتشبه بأهل الكتاب: أي إن قصده؛ فإن التشبه بهم لا يكره في كل شيء، بل في المذموم وفيما يقصد به التشبه، كما في البحر.[١]

ترجمہ: "کفار کے ساتھ تشبہ ہر چیز میں مکروہ نہیں، بلکہ مذموم کام میں اور ان امور میں مکروہ ہے جن میں تشبہ کا قصد کیا جاتا ہے"۔

یہاں حضرات صاحبین کی دلیل میں یہ بات بھی ذکر کی گئی کہ تشبہ تب ہی ناجائز یامکروہ ہے جبکہ تشبہ کا قصد ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قصد نہ ہو تو تشبہ مکروہ نہیں ہے۔

---

[١] الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج١ص ٦٢٤.

خود لفظ "تشبّہ" سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہ باب تفعّل کا مصدر ہے جس میں عموماً تکلّف کی خاصیت موجود ہوتی ہے لہٰذا تشبّہ کا معنی ہوا: تصنّع اور بناوٹ کے ساتھ کسی کی مشابہت اختیار کرنا، اور ظاہر ہے کہ اس میں نیت کا دخل ضروری ہے۔

لیکن دوسری طرف اگر تشبّہ کی ممانعت سے متعلق تمام نصوص پر غور وخوض کی جائے تو بہت سی روایات میں یہ ہوا کہ خود نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیک نیتی کے ساتھ ایک کام کرتے تھے اور اس میں کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی نیت قطعاً شاملِ حال نہیں تھی، مگر اس کے باوجود جب اس بات کا علم ہوا کہ مثلاً یہود بھی ایسا ہی عمل کرتے ہیں تو مخالفت کا حکم دیا جاتا۔

چنانچہ عاشورا کے روزے میں ایسا ہی ہوا کہ حضور ﷺ اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے، رمضان کے روزے فرض ہو جانے کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو اختیار دیا کہ چاہو تو روزہ رکھو اور چاہو تو نہ رکھو، لیکن خود عموماً اس دن روزے رکھا کرتے تھے، پھر مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد جب یہود کے بارے میں اطلاع ہوئی کہ وہ بھی اس دن تعظیم واحترام کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے مخالفت ظاہر ہونے کے لئے ۹ نو محرم کو بھی روزہ رکھنے کا عزم فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اس سے تلقین مل گئی، اسی کا نتیجہ ہے کہ بعد میں تقریباً اکثر اہلِ علم واجتہاد کے نزدیک اکیلے عاشورا کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور کراہت کی بڑی وجہ یہود کے ساتھ تشبہ ہی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حين صام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا: يا رسول الله إنه يوم تعظمه اليهود والنصارىٰ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع قال: فلم يأت العام المقبل، حتىٰ توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم[1]

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ نے جب خود عاشورا کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی حکم دیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ: یہود ونصاری اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ان شاء اللہ آئندہ سال ہم نو محرم کا روزہ بھی ساتھ رکھیں گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ: آئندہ سال (یہ موقع) آنے سے پہلے آپ ﷺ دنیا سے رحلت فرما چکے تھے"۔

اب صرف عاشورا کے دن روزہ رکھنے میں یہودیوں کی مشابہت تو کیا مقصود ہوتی، ان کی عادت تک بھی معلوم نہ تھی، لیکن اس کے باوجود جب اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اپنے سابقہ معمول میں تبدیلی فرمائی تاکہ کفر واسلام کے درمیان کچھ نہ کچھ امتیاز برقرار رہے۔

اسی طرح اگر نمازی کے سامنے آگ ہو تو فقہاء کرام نے اس کو تشبہ بالمجوس کی وجہ سے مکروہ قرار دیا، حالانکہ ایک دیندار مسلمان جب ایسا کرتا ہے تو مجوس کی مشابہت ہرگز مقصود نہ ہوتی، ورنہ صرف کراہت پر اکتفاء کرنا کہاں درست ہو سکتا

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث: ١١٣٤

تھا! ایک روایت میں یہ حکم دیا گیا کہ صحن صاف کر لیا کرو اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو (کیونکہ وہ عموماً باہر کی صفائی کا اہتمام نہ کرتے تھے) حالانکہ اگر کوئی مسلمان اس کی صفائی نہیں کرتا تو یہود کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کے پیشِ نظر نہیں بلکہ توجہ نہ ہونے یا بے فکری وبد ذوقی کی وجہ سے کبھی کبھار ایسا اتفاق پیش آجاتا۔

جمع و تطبیق

ان دو مختلف پہلو اور ان کے دلائل پر غور کرنے کے بعد درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ در حقیقت یہاں دو چیزیں ہیں، ایک علم واطلاع، دوسری نیت و قصد۔ پھر قصد ونیت کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو محض اس فعل کا قصد ونیت کیا ہو گا جس میں کفار کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر خود مشابہت کا بھی قصد کرے یعنی خاص کفار کے ساتھ مشابہت کے ارادے سے وہ کام کرے۔

اب پہلی چیز یعنی علم واطلاع تو ضروری ہے لہٰذا اگر کوئی شخص کسی ایسے کام کا ارتکاب کرے جو فی نفسہ مذموم نہ ہو اور شریعت میں اس کی ممانعت مصرّح نہ ہو، تو کرنے والا گناہگار نہیں ہو گا بشرطیکہ نیت وعزم میں کوئی فتور اور خلافِ شرع عنصر شامل نہ ہو، اب اگر اتفاق سے وہ کام کفار کا شعار یا ان کی خصوصیت کا تھا تو اس کی وجہ سے گناہ نہیں ہو گا انشاء اللہ۔ البتہ علم ہو جانے کے بعد اگر وہ کام کرے گا تو چونکہ اب کوئی عذر نہیں رہا اس لئے گناہگار ہو گا۔

جہاں تک قصد ونیت کرنے کا مسئلہ ہے تو نفسِ فعل کی نیت تو بہر حال ضروری ہے، غیر اختیاری غیر ارادی طور پر صادر ہونے والے افعال میں گناہ نہیں ہے، البتہ

مشابہت وتشبّہ کی نیت لازم نہیں، اگر کسی کام کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ کفار کا شعار اور ان کی خصوصیت ہے تو اپنے اختیار و قصد سے وہ کام کرنا شرعاً ناجائز ہے گو کرنے سے کفار کی مشابہت مقصود نہ ہو۔

اس تفصیل کے بعد مندرجہ بالا دونوں قسم کی باتوں میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے اور بظاہر یہی مناسب ہے، لہٰذا درِ مختار وغیرہ کتبِ فقہیہ کے مندرجہ بالا عبارات میں "ما يقصد فيه التشبّه" سے افعال اضطراریہ اور امور غیر ارادیہ سے احتراز کرنا مقصود ہے اس کا معنی یہ ہوا کہ " ما مِن شأنه أن يُقصد فيه التشبه"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ کی ایک تحقیق سے بھی اس توجیہ کی پوری تائید ہو جاتی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اب رہی بحث کہ "بحر" میں تشبہ حرام اس کو لکھا ہے کہ بقصد تشابہ ہووے، سو: اول تو کہا جاتا ہے کہ حدیث میں مطلق تشبہ آیا ہے تخصیص حدیث کی بالرائے درست نہیں اور سب محققین نے مطلق تشبہ لکھا ہے پس قول بحر کا حدیث کے معارض نہیں ہو سکتا۔۔ مگر اس کی توجیہ بھی کرتا ہوں کہ مراد بحر کی یہ ہے کہ تشبہ کے لفظ میں اخذ بتکلف ہے سو قصد اور فعل مؤلف[1] کا اس میں ہونا چاہیے پس اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی کام نادانستہ کیا اور پھر اس کو خبر ہوئی تو ازالہ کرے ورنہ بعد علم کے تشبہ ہو گیا، پہلے متشبہ نہ تھا اور اپنے فعل میں عاصی بھی نہیں تھا اب قصد جو کرتا ہے تو تشبہ ہوا۔ علی ہذا جو امر ایسا ہے کہ اس کا ازالہ کر سکتا ہے مگر قصداً ازالہ نہ کیا جیسا ریش کا

---

[1] متداول نسخہ میں یہ لفظ اسی طرح لکھا گیا ہے البتہ سیاق وسباق کے لحاظ سے یہ لفظ "مکلف" ہونا چاہئے۔

خضاب تو ترک خضاب قصداً کرتا ہے کیونکہ ازالہ پر قادر ہے اور نہیں کرتا، بہر حال سب جگہ معصیت کے واسطے فعل مکلف کا ضرور ہے تو معنی یہ ہوئے کہ قصد اس فعل تشبہ کا کرے نہ یہ کہ اس فعل کو کفار کے تشبہ کی نیت سے کرے پس دونوں میں فرق زمین آسمان کا ہے اگر عقل ہو"[1]

مولانا عبد الغنی خان شاہجہاں پوری رحمہ اللہ نے اپنی مفید کتاب "الجنّۃ لأہل السنّۃ" میں اس مسئلہ کی بڑی مناسب اور مفید تحقیق فرمائی ہے، اسی بحث کے آخر میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر امام طاق میں کھڑا ہو "یکرہ لأنّہ یشبہ صنعَ اہل الکتاب" اور آگ کا مصلّی کے سامنے ہونا موجب تشبہ مجوس کا ہے حالانکہ ان سب امور میں مسلمان کا قصد تشبہ ہرگز نہیں۔ الغرض جب فاعل کا قصد مشابہت کا ہو مطلقاً مکروہ تحریمی۔ یا وہ فعل اہلِ باطل کا شعار وعلامتِ خاصہ ہو بالقصد قطعی حرام، اور اگر بلا قصد ہو یا کوئی اور فعل مذموم میں ہو تو مکروہ تحریمی، اور اگر کسی امر غیر ضروری یعنی مباح یا مستحب میں بلا قصد تشابہ واقع ہو جائے باوجود علم کے مکروہ، اور اگر تشابہ کا علم نہیں ہوا تو مکروہ نہیں ہے۔۔ اور جو در مختار میں بحر سے ہے "التشبہ بھم لایکرہ بل فیما یُقصد بہ التشبہ"[2] اس کے معنٰی یہ نہیں کہ بدون قصدِ تشبہ تشبہ ممنوع نہیں، بلکہ یہ معنی ہے کہ ایسے امور میں تشبہ کا اعتبار ہے جن

---

[1] براھین قاطعہ، ص١٢٦.

[2] بحر وغیرہ کی اصل عبارت درِ مختار کے حوالہ سے پہلے ذکر ہو چکی، مکرر اس کی مراجعت کی جائے۔

میں تشبہ کا قصد کیا جاسکے اور ان میں مصالح قصد تشبہ ہوں اور جن امور میں تشبہ کا قصد نہیں کیا جاسکتا یعنی مالابدّ منہ، ان میں تشبہ کا کچھ اعتبار نہیں۔ فافہم۔"[1]

مخالف قوم (متشبّہ بہ) کے اعتبار سے تفصیلات

کسی بھی نافرمان قوم اور گناہ کے کاموں کے ساتھ تشبّہ کرنا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے، یہ حکم صرف کفار کے ساتھ ہی مخصوص نہیں اور تشبّہ صرف کفار کے ساتھ ہی ممنوع نہیں، بلکہ اہلِ بدعت اور اہلِ فسق وفجور کے ساتھ تشبّہ کرنا بھی ممنوع ہے اسی طرح بہت سی روایات میں صنفِ مخالف (یعنی مرد کے لئے عورت اور عورتوں کے لئے مرد) کے ساتھ تشبّہ کرنے کی بھی ممانعت فرمائی گئی اور اس کو اللہ تعالیٰ کے لعنت کا موجب قرار دیا گیا، اس لئے یہ بھی حرام وناجائز ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے:

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال.[2]

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں یا جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان سب پر لعنت فرمائی ہے"۔

---

[1] الجنّة لأهل السنّة، ص ۱۶۳۔ مصنف کی جلالت قدر کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ ہندوستان کے دقیق و عمیق اور مشہور صاحب فتویٰ عالم دین حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو پڑھ کر اس پر تقریظ ثبت فرمائی اور اس کو "مسلمانان ہندوستان پر احسان عظیم" اور "نہایت تحقیق وتدقیق اور انصاف" قرار دیا۔

[2] صحيح البخاري، باب المتشبهون بالنساء، والمتشبهات بالرجال، رقم الحديث: ٥٨٨٥.

متعدد روایات میں جانوروں کی بعض عادات وحرکات سے بھی ممانعت کی گئی ہے، مسندِ احمد کی ایک روایت میں ہے:

عن عبد الرحمن بن شبل الأنصاري، أنه قال " إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى في الصلاة عن ثلاث: نقر الغراب، وافتراش السبع، وأن يوطن الرجل المقام الواحد كإيطان البعير.[1]

ترجمہ: "عبد الرحمن بن شبل رضی اللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں تین باتوں سے ممانعت فرمائی ہے: کوے کی طرح چونچ مارنے سے، درندے کی طرح (ہاتھوں کو) بچھانے سے اور اونٹ کی طرح (مسجد میں اپنے لیے کوئی) ایک جگہ مختص کرنے سے"۔

کن کن کے ساتھ تشبّہ ممنوع ہے

علامہ نجم الدّین غزّی رحمہ اللہ نے تشبّہ کے موضوع پر اپنی مفصّل کتاب "حسن التنبّہ" میں کفار کے ساتھ ساتھ شیاطین، منافقین، دیوانوں، جانوروں، جاہل، درندوں، آزاد انسان کا غلام کے ساتھ تشبّہ کرنے کو بھی اسی تشبّہ بالکفار کی فہرست میں داخل فرمایا۔

لیکن جانوروں کے ساتھ تشبّہ کا معاملہ تشبّہ بالکفار کے معاملہ سے بظاہر کچھ مختلف سا معلوم ہوتا ہے تشبّہ بالکفار کا حکم تو آئندہ ذکر کیا جائے گا البتہ جانور کے ساتھ تشبّہ کرنے کے متعلق بظاہر یہ ضابطہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر جانور کے کسی ایسی

---

[1] مسند أحمد ط الرسالة، ج٢٤ص٢٩٤.

صفت وہیئت کے ساتھ مشابہت اختیار کی جائے جو انسانوں کے حق میں شرعاً ممنوع ہو مثلاً چیڑ پھاڑ وغیرہ، یا اس کی وجہ سے کسی شرعی حکم میں خلل آجائے یا کسی منکر کا ارتکاب کرنا پڑ جائے تو ناجائز ہے ورنہ تو اس کو تشبّہ ممنوع میں داخل کرنا مشکل ہے گو جانور کی مشابہت اختیار کرنا طبعاً ایک ناپسندیدہ حرکت ہے۔

مشابہت والے کام (متشبّہ فیہ) کے اعتبار سے شرائط وتفصیلات

جن افراد کی مشابہت اختیار کرنا شرعاً ممنوع ہے وہ ان امور میں جو ان کی شعار یا خصوصیات کے قبیل سے ہو، لہٰذا جو امور کفار، فساق اور اہلِ بدعت کے شعار وخصوصیات کی حیثیت رکھتے ہوں، ان میں ان کی مشابہت اختیار کرنا شرعاً ناجائز ہے اور جو امور ان کے ساتھ مختص نہ ہوں، ان کے کرنے میں شرعاً کوئی خرابی نہیں ہے بشرطیکہ اس سے ان لوگوں کی مشابہت مقصود نہ ہو۔

رہاں یہ مسئلہ کہ کونسی چیز کافر کی خصوصیات میں سے قرار دی جائے اور کونسی نہیں؟ تو اس کا دار مدار عرف وعادت پر ہے، جس بات کو عام معاشرے میں کفار وفساق کی خصوصیت سمجھا جاتا ہو کہ مثلاً: جو کوئی وہ کام کرے، اس کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا ہو کہ یہ تو کافر یا فاسق ہے تو وہ کام ان کی خصوصیات میں سے شمار ہو گا اور جس کے بارے میں عام طور پر یہ تصور نہ کیا جاتا ہو بلکہ کافر و مسلمان، اسی طرح نیک وبد سب لوگ برابر وہ کام کرتے ہوں تو وہ کسی خاص صنف کی خصوصیت شمار نہیں ہو گی اور یوں اس کو کرنا اس صنف کی مشابہت شمار نہیں ہو گی۔

غیر اختیاری وغیر ارادی امور میں مشابہت کا حکم

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کام اختیاری ہو، غیر اختیاری امور کا انسان مکلف نہیں ہوتا اس لئے اگر اس میں اتفاقاً مشابہت پیدا ہو جائے تو بھی مذموم نہیں، مثلاً انسانی ساخت اور قد و قامت میں مشابہت، کہ کافر اور مسلمان دونوں کی قد و قامت برابر ہو یا دونوں کی شکل وشباہت یا زبان وبیان ایک جیسی ہو، ان جیسی اضطراری امور میں مشابہت مذموم نہیں۔

اسی طرح بعض امور ہوتے تو اختیاری ہے مگر اس کا منشا غیر اختیاری ہوتا ہے مثلاً کھانا پینا، کہ ہر انسان اپنے اختیار سے کھاتا پیتا ہے مگر بھوک وپیاس لاحق ہونے میں اس کے اختیار کا دخل نہیں ہوتا، ان جیسے امور میں بھی تشبّہ ممنوع نہیں، البتہ اگر ان امور میں بھی اپنی اختیار کی حد تک کوئی ایسی وضع وہیئت اختیار کی جائے جو کفار وفساق کی خصوصیات میں سے ہو تو بلاشبہ وہ تشبّہ مذموم میں داخل اور ناجائز ہے۔

شرعی اوامر واحکام میں تشبّہ

کسی عمل میں تشبّہ کے مذموم وممنوع ہونے کے لئے یہ بھی ایک ضروری شرط ہے کہ خود دینِ اسلام نے اس کا حکم نہ دیا ہو، اگر قرآن وحدیث میں کسی کام کا حکم دیا گیا ہے اور اتفاق سے اہلِ کتاب یا دیگر کفار بھی اس کو اختیار کئے ہوئے ہیں تو تشبّہ کی وجہ سے اس حکم کو چھوڑنا درست نہیں ہے، البتہ جہاں تک ممکن ہو اس بات کی رعایت رکھنی چاہیئے کہ کسی نہ کسی طرح ہمارے اور ان کے عمل میں کوئی نہ کوئی

امتیاز باقی رہے، کیونکہ کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان کچھ نہ کچھ تغایر و مخالفت کی فضاء برقرار رکھنا شرعاً مطلوب و مقصود ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے عملی طور پر کئی جگہ اس کی تعلیم دی ہے، چنانچہ عاشوراء کا روزہ حضور ﷺ بھی رکھتے تھے اور مدینہ منورہ میں رہنے والے یہودیوں کا بھی اس دن روزہ رکھنے کا معمول تھا، جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے بعد ان کی مخالفت کے لئے عاشورا سے ایک دن پہلے یا بعد روزے رکھنے کی رغبت ظاہر فرمائی تاکہ کسی حد تک امتیاز برقرار رہے، اسی طرح نماز اسلام و یہودیت کا مشترکہ حکم ہے اور طلوعِ اسلام سے پہلے بھی یہودی نماز پڑھتے تھے لیکن اس کی وجہ سے دینِ اسلام میں نماز کا حکم ختم نہیں کیا گیا البتہ طہارت، جماعت وغیرہ مختلف شرائط واحکام میں مخالفت کی فضاء برقرار رکھی گئی تاکہ حق وباطل میں التباس واختلاط نہ رہے۔

چنانچہ اسی فی الجملہ مخالفت پیدا کرنے کے لئے ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا:

عن يعلى بن شداد بن أوس، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خالفوا اليهود فإنهم لا يصلون في نعالهم، ولا خفافهم.[1]

ترجمہ: "شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل ہے کہ: یہود کی مخالفت کرو کیونکہ وہ جوتوں سمیت نماز نماز پڑھتے ہیں نہ موزوں کے ساتھ"۔

[1] سنن أبي داود، باب الصلاة في النعل، رقم الحديث: ٦٥٢.

نماز اسلام اور یہودیت کی قدرِ مشترک ہے مگر اس اشتراک ومشابہت کی وجہ سے نماز چھوڑنے کا حکم نہیں ہوا البتہ جہاں تک ہو سکا، دونوں کے درمیان کچھ فرق مشروع کئے گئے تاکہ ظاہری مشابہت بھی کم سے کم رہے، جوتوں میں نماز پڑھنا فی نفسہ کوئی مقصود نہیں ہے لیکن چونکہ اس کے ساتھ یہود کی ایک حد تک مخالفت ہو جاتی ہے اس لئے اس کا حکم دیا گیا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فيكون مستحبا من جهة قصد مخالفة اليهود، وليست بسنة لأن الصلاة في النعال ليست بمقصوده بالذات.[1]

ترجمہ:"یہود کی مخالفت کے لحاظ سے یہ عمل مستحب ہوگا سنت نہیں، کیونکہ جوتوں سمیت نماز پڑھنا بذات خود کوئی مقصود نہیں"۔

دنیاوی امور میں تشبہ کا حکم

(تشبّہ فیہ کے لحاظ سے) یہ تین شرائط اتفاقی ہیں اور ان کے بغیر کسی کام میں تشبّہ ممنوع نہیں، مزید یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ کفار کے خاص دینی امور میں ہی تشبّہ اختیار کی جائے، مثلاً: ان کے عقائد وافکار اپنائے جائیں یا ان کی مخصوص عبادات اختیار کئے جائیں، یہ قید کوئی ضروری نہیں۔

بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبّہ چاہے ان کے مذہبی ودینی امور میں ہو یا خالص دنیاوی امور میں، دونوں ناجائز ہے، کیونکہ نصوص میں کفار کے ساتھ قصداً

---

[1] عمدة القاري،باب الصلاة في الخفاف،ج٤ص ١١٩.

مشابہت اختیار کرنے کو منع کیا گیا اسی طرح بہت سے نصوص میں ان کی مخالفت کرنے کی تاکید کی گئی، اس میں مزید یہ کوئی شرط نہیں لگائی گئی کہ صرف دینی امور میں مشابہت یا موافقت نہ کی جائے، اس لئے یہ نصوص اپنے عموم کے لحاظ سے مشابہت کی تمام صورتوں کو شامل ہیں چاہے وہ دینی امور ہوں یا دنیوی، ان نصوص کی وجہ سے خود تشبّہ اور موافقت کی مذمت کی گئی ہے خواہ وہ کسی بھی میدان میں ہو۔

اسی طرح تشبہ بالکفار کی ممانعت کی علت وحکمت بھی جہاں دینی امور کے اندر تشبہ کرنے میں موجود ہے یوں ہی دنیاوی امور کی حد تک تشبّہ میں بھی وہی علت متحقق ہے، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ دنیاوی امور کی بنسبت دینی ومذہبی امور میں کفار کی موافقت زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اس میں ان کے دینِ باطل کی محبت اور اس کے ساتھ دلی لگاؤ کا پہلو کارِ فرما ہوتا ہے جبکہ اسلام کے صحیح ومعتبر ہونے کے لئے تمام ادیانِ باطلہ سے براءت کرنا اور ان کو خلافِ حق سمجھنا ضروری ہے اس لئے خالص دینی امور میں کفار کی قصداً مشابہت اختیار کرنا صرف گناہ یا حرام ہی نہیں ہے بلکہ اس میں ایمان کے رخصت ہو جانے کا بھی خدشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عافیت واستقامت نصیب فرمائیں۔

مذموم کام میں مشابہت اختیار کرنے کی شرط

یہ بھی کوئی لازم نہیں کہ جس بات میں تشبہ کی جائے، وہ خواہ مخواہ کوئی مذموم چیز یا گناہ ہی کا کام ہو، چنانچہ اگر کسی ایسے کام میں کفار کی مشابہت اختیار کی جائے جو بذاتِ خود قبیح وناجائز نہ ہو، تو بھی جائز نہیں، ایک تو اسی لئے کہ ممانعت کی نصوص

میں عموم واطلاق ہیں جو تشبہ بالکفار کی سب صورتوں کو شامل ہے اس میں مذموم کام کی کوئی قید یا مستحسن چیزوں کا کوئی استثناء نہیں کیا گیا، نیز ممانعت کی علت خود تشبّہ ہی ہے اور بس، یہ علت ممدوح چیز کے ضمن میں پائی جائے یا مذموم چیز کے ساتھ، دونوں میں اصل حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، یہ ضرور ہے کہ مذموم چیز میں مشابہت اختیار کرنا زیادہ برا ہے کہ ایک تو تشبّہ کی خرابی ہے اور ساتھ خود اس چیز کی قباحت بھی۔

احادیثِ مبارکہ میں جن مواقع اور جن اعمال میں کفار کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اگر ان کو مستحضر رکھا جائے تو اس سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ کفار کے ساتھ مشابہت صرف مذموم چیزوں ہی میں منحصر نہیں، بلکہ ان کی تمام تر شعائر وخصوصات میں قصداً مشابہت اختیار کرنا ناجائز ہے، چنانچہ کتبِ حدیث میں متعدد ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بسا اوقات حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک کام کرتے تھے اور اس میں کوئی قباحت بھی محسوس نہیں کرتے تھے مگر جوں ہی ان کو علم ہوا کہ یہود بھی ایسا کرتے ہیں تو فوراً ممانعت فرماتے اور اپنا معمول بھی بدلتے تھے۔

چنانچہ سنن ابی داؤد بھی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

عن عبادة بن الصامت، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم في الجنازة حتىٰ توضع في اللحد، فمر به حبر من اليهود،

فقال: هكذا نفعل، فجلس النبي صلى الله عليه وسلم، وقال:اجلسوا خالفوهم.[١]

ترجمہ:"حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ میت لحد میں رکھنے تک آپ ﷺ کھڑے رہتے، ایک مرتبہ یہود کے ایک عالم کا آپ پر گزر ہوا تو کہنے لگا کہ: ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، آپ ﷺ خود فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ: تم بھی بیٹھ کر یہود کی مخالفت کرو"۔

میت کو لحد میں رکھنے تک کھڑے رہنا فی نفسہ کوئی مذموم کام نہیں، بلکہ اس میں میت کی تعظیم واکرام بھی ہے اور اس کے لواحقین کے ساتھ ایک گونہ غمخواری اور تعزیت بھی۔ اور مکارم اخلاق کی وجہ سے حضور ﷺ کا عام معمول بھی یہی تھا لیکن جوں ہی آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہود بھی ایسا کرتے ہیں تو فوراً خود بھی بیٹھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بیٹھنے کا حکم فرمایا اور ساتھ "خالفوہم" کہہ اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ بیٹھنے کی اصل حکمت یہود کی مخالفت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی مخالفت خود مقصود ہے اگرچہ ان کا کام فی نفسہ مذموم نہ بھی ہو۔

فقہاءِ کرام کی عبارت سے ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر اُس جزئیہ کو لے کر اشکال کیا جاسکتا ہے جو بحر، طحطاوی اور در مختار وغیرہ میں ذکر ہے کہ اہلِ کتاب کے ساتھ صرف انہی امور میں مشابہت اختیار کرنا ناجائز ہے جو مذموم ہو، چنانچہ در مختار میں بحر سے نقل کیا گیا ہے:

---

[١] سنن أبي داود، باب القيام للجنازة ٣١٧٦.

وجوزه الشافعي بلا كراهة وهما بها للتشبه بأهـل الكتـاب: أي إن قصده؛ فإن التشبه بهم لا يكره في كـل شيء، بـل في المـذموم وفـيما يقصد به التشبه، كما في البحر.[1]

ترجمہ:"کفار کے ساتھ تشبہ ہر چیز میں مکروہ نہیں، بلکہ مذموم کام میں اور ان امور میں مکروہ ہے جن میں تشبہ کا قصد کیا جاتا ہے"۔

اس عبارت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اہلِ کتاب کے ساتھ مطلق تشبّہ ممنوع یا مکروہ نہیں ہے بلکہ تشبہ تبھی مکروہ ہے جب کہ مذموم چیزوں میں ہو۔

لیکن یہ استدلال مخدوش ہے ،ایک تو ان وجوہات کی وجہ سے جو ابھی تحریر کئے گئے۔ دوسری یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ خود فقہاء کرام کی ذکر کردہ بہت سی جزئیات ایسی ہیں کہ وہاں صرف تشبّہ بالکفار کی وجہ سے کسی کام کی ممانعت کی گئی، اور اسی لئے جب کفار کے ساتھ اس کام کی خصوصیت برقرار نہ رہی تو دوبارہ اس کی اجازت دی گئی، حالانکہ اگر تشبّہ صرف مذموم وممنوع اشیاء میں ممنوع ہوتی تو عدمِ جواز یا کراہت کا حکم ختم نہ ہوتا، کفار کے تعامل ختم ہوجانے سے کسی چیز کی واقعی مذمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اسی طرح حضرات فقہاءِ کرام نے یہ ضابطہ بھی مقرر فرمایا کہ :تشبّہ کا حکم زمان ومکان کے ساتھ مختلف ہو سکتا ہے، اگر تشبّہ کا فی نفسہ مذموم ہونا شرط ہوتا تو اس میں زمان ومکان کے اعتبار سے کیونکر فرق ہو سکتا تھا!

---

[1] الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج١ص ٦٢٤.

ان وجوہات کی بناء پر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرات فقہاءِ کرام کی مندرجہ بالا عبارات میں مذمت کا تعلق نفسِ فعل یا مسلمانوں کے ساتھ نہ جوڑا جائے بلکہ یہود کے ساتھ اس کو متعلق کیا جائے کہ مذموم سے مطلق مذموم مراد نہیں بلکہ وہ اعمال مراد ہیں جس پر خود یہود کی مذمت کی گئی ہے اوران کی مذمت بعض اعمال میں تو صراحۃً وارد ہوئی ، چنانچہ قرآن وحدیث میں ان کی بکثرت کرتوتوں کا مذمت وقباحت کے انداز میں ذکر کیا گیا ہے اور یااجمالاً مذمت ہوئی ہے جس میں ان کے تمام شعائر وخصوصیات داخل ہیں، کیونکہ بکثرت نصوص میں ان کے ساتھ تشبّہ اختیار کرنے سے ممانعت فرمائی گئی جو کہ بجائے خود مذمت کا موجب ہے، خصوصاً ان کے مذہبی رسوم وعادات، کہ دینِ اسلام کے طلوع ہوجا نے سے وہ خود بخود منسوخ ہوگئی، اب ان کو بجالانا سراسر مذموم ہی ہے۔

تشبّہ کا شرعی حکم اور اس کی تفصیل

اس بات پر تقریباً پوری امت کا اتفاق ہے کہ تشبّہ بالکفار فی الجملہ ناجائز اور ممنوع ہے لیکن پھر تشبّہ کے مختلف درجات اور مراتب ہیں، ان تمام درجات کو نہ کلیّۃً حرام قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی سب کی اجازت دینا ممکن ہے بلکہ کچھ حرام ہے ،کچھ مکروہ اور کچھ مباح، جو حرام ہیں ان میں سے پھر بعض موجبِ کفر ہے اور بعض نہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے:

ا: اضطراری امور میں مشابہت مذموم نہیں۔

٢: کفار، فسّاق اور صنفِ مخالف کے ساتھ تشبّہ کی نیت سے کوئی بھی کام کرنا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے، بلکہ کفار کی طرف اپنے اختیار سے دلی جھکاؤ اور قلبی میلان رکھنا بھی شرعاً گناہ اور عذابِ الٰہی سے دوچار ہونے کا موجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ} [هود : ١١٣]

ترجمہ: "اور (اے مسلمانو) ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو"۔ (بیان القرآن)

٣: اختیاری امور میں سے جو امور کفار کے مذہبی رسوم وعبادات کا درجہ رکھتے ہیں، ان میں ان کے ساتھ تشبّہ کرنا حرام اور سخت گناہ ہے، پھر اگر اس تشبہ کی بنیاد ان کے کفریہ مذہب، یا ان کے کسی رسم وعبادت کو اچھا سمجھنا ہو یا اسلامی احکام وعبادات کے مقابلے میں اس کو بہتر سمجھتے ہوئے ایسی حرکت کی جائے تو۔ معاذ اللہ۔ موجبِ کفر بھی ہے، اور اگر اس رسم کو برا سمجھنے کے باوجود کسی مجبوری مثلاً اکراہ، یا جاسوسی وغیرہ کے لئے ایسا کیا جائے تو موجبِ کفر نہیں، بشرطیکہ دل سے اس کو قبیح جانتا رہے۔

علامہ حموی رحمہ اللہ "بحر" سے نقل فرماتے ہیں:

لو تزنر بزنار اليهود أي بقصد الاستخفاف بالإسلام يكفر ولو فعل ذلك خديعة في الحرب وطليعة المسلمين لا يكفر.[1]

ترجمہ:"اگر کوئی اسلام کے مذاق کے طور پر یہود کا پٹی باندھے تو وہ کافر ہو گا،البتہ اگر کوئی جنگ میں دھوکہ دہی کے لیے یا جاسوسی کے لیے اس کا ارتکاب کرے تو کافر نہ ہو گا"۔

۴: کفار کے عام احوال وعادات میں سے جو امور بذات خود ناجائز ہوں مثلاً داڑھی کاٹنا، پائنچے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، بے پردگی وبے حیائی پر مشتمل مخلوط پروگرام منعقد کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان میں تشبّہ حرام اور دوہرا گناہ ہے کہ ایک تو خود گناہ کا ارتکاب کیا اور ساتھ دوسرا گناہ کفار کی مشابہت اختیار کرنے کا ہوا، اس صورت میں اگر کسی ثابت شدہ شرعی منکر کو ان کی تشبّہ کی آڑ میں مستحسن سمجھا جائے تو موجبِ کفر ہے، اس لئے نہایت احتیاط رکھنے کی ضرورت ہے کہ کہیں فیشن وغیرہ کے نام پر ایسا اقدام سرزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے ایمان کی دولت سے محرومی کا سامنا کرنا پڑے۔

۵: عام احوال وعادات میں سے جو امور بذات خود ناجائز نہ ہوں ان کی دو قسمیں ہیں: اگر وہ امور کفار کی شعار وخصوصیت کی حیثیت اختیار کر گئے ہوں تو اس میں تشبّہ ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔

٦: اگر وہ کام عام طور پر ان کا شعار اور ان کے ساتھ مختص نہ سمجھا جاتا ہو تو دیکھا جائے گا کہ مسلمانوں کے پاس اس کا کوئی متبادل موجود ہے یا نہیں؟ اگر متبادل

[1] غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر ،باب الردة،ج٢ص ٢٠٥.

موجود ہے تو بھی اسی متبادل شکل کو اختیار کر لینا چاہئے، متبادل ہونے کے باوجود کفار کی مشابہت اختیار کرنا دینی غیرت وحمیت کے خلاف ہے ،چنانچہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جب ایک شخص کے ہاتھ میں فارس کی بنی ہوئی کمان دیکھی تو اس کو حکم دیا کہ فارسی کمان کے بجائے عربی کمان استعمال کرے۔

سننِ ابن ماجہ میں ہے:

عن علي قال: كانت بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم قوس عربية، فرأى رجلا بيده قوس فارسية، فقال:ما هذه؟ ألقها، وعليكم بهذه وأشباهها، ورماح القنا، فإنها يزيد الله لكم بها في الدين، ويمكن لكم في البلاد.[1]

ترجمہ:"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ میں عربی کمان تھا اورکسی شخص کے ہاتھ میں فارسی کمان دیکھ کرفرمایا:یہ کیاہے؟ پھینکو!اسی طرح عربی کمان اور نیزیں استعمال کرواللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے دین میں تمہاری مدد فرمائے گااور تمہیں ملکوں میں اقتدار عطافرمائے گا"۔

فارسی کمان کو چھوڑ کر عربی کمان استعمال کرنے میں جہاں اور توجیہات کا احتمال ہے وہاں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فارس کے بنے ہوئے کمان کا متبادل بلکہ اس سے بہتر کمان مسلمانوں کے پاس موجود ہے تو کافر کی چیز کو استعمال کرنے کو ترجیح دی جائے!خود اس روایت سے بھی اور بیہقی کی مندرجہ ذیل روایت سے اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے:

---

[1] سنن ابن ماجه ،باب السلاح، رقم الحديث: ۲۸۱۰.

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " وجبت محبتي على من سعى بين الغرضين بقوسي، لا بقوس كسرى. "[1]

ترجمہ:"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل ہے کہ: میری محبت ان کے لیے لازم ہے جو دو اہداف کے درمیان نشانہ بنانے کے لیے کسری کے بجائے میری (عربی کمان) استعمال کریں"۔

علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المدخل" میں ایک مستقل عنوان قائم فرمایاہے کہ مسلمان کو مسلمان ہی سے خریداری کر لینی چاہئے، اہلِ کتاب و کفار سے خریداری کرنے میں متعدد مفاسد ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کفار کی اشیاء خریدنے میں کسی حد تک ان کی اعانت ہو جاتی ہے۔[2]، بعینہ یہی بات یہاں بھی قابل لحاظ رکھ لینی چاہئے کہ جس چیز کا متبادل خود مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور مناسب و مفید بھی ہے تو اسی کو استعمال کرلینا چاہئے۔

۷:اور اگر مسلمانوں کے پاس اس کا متبادل موجود نہ ہو تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ کفار کے ساتھ مشابہت کی نیت سے ایسا نہ کیا جائے جیسا کہ پہلے گزرا۔

وصلّى الله تعالى على خير خلقه محمّد وأصحابه اجمعين.

☆☆☆☆☆☆☆

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي، باب التحريض على الرمي، رقم الحديث: ١٩٧٤٠، ج١٠ص٢٥.

[2] المدخل، ج٤ص٣٥٩.